حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ کا پیغام

احرار دوستوں کے نام!

"حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ مجلس احرار اسلام کے اُن ایثار پیشہ رہنماؤں میں سے ہیں جنہوں نے ۱۹۳۴ء میں قادیان میں اپنی جان خطرے میں ڈال کر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے زبردست جدوجہد کی، وہ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے مرکز میں بطور مبلغ و نگران تعینات رہے۔ مولانا عمر کے اعتبار سے انتہائی ضعیف ہوگئے ہیں مگر فکر و نظر کے معاملہ میں وہ اب بھی جوان ہیں۔ ۲۲،۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء کو انہیں ربوہ میں منعقدہ شہدائے ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کی استدعا کی گئی مگر وہ اپنی علالت کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ —— البتہ قائدِ محترم سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کے نام انکا مکتوب گرامی موصول ہوا جو دراصل احرار کارکنوں کے نام پیغام ہے۔ افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

مکرم و محترم محسن قوم —— زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ —— آپکا دعوت نامہ ملا، تو آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ اور اپنی شومیٔ قسمت پر افسوس ہوا کہ میں اس مقدس اجتماع میں حاضری سے محروم ہوں۔ پہلے طبیعت اس قابل تھی کہ مشکل یا آسان اس مقدس اجتماع میں شامل ہوکر اسکی برکات سے مستفیض ہوتا۔ مگر بیماری کے ایک تازہ حملے نے مجھے مضمحل کر دیا اور بوجہ ضعف گر گیا اور کچھ چوٹیں بھی آگئیں ہیں۔ اس لئے اپنی محرومی و شومیٔ قسمت پر سوائے افسوس کے اور کر ہی کیا سکتا ہوں۔

میں خادمِ احرار ہوں —— تھا —— اور رہوں گا —— انشاء اللہ! اتنے بڑے عہد کے لئے قوی اور مضبوط استدلال چاہیئے کیونکہ سیاسیات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے زندگی بھر کسی امر کا عہد بہت بڑے استدلال کے بغیر ممکن نہیں اس دوامی عہد کے لئے میرے پاس بہت قوی اور مضبوط استدلال ہے وہ یہ کہ ایک طویل تجربہ

اور جماعت کے عملی مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مقاصد اور جماعت کے اعمال کے اعتبار سے پاک و ہند کی کوئی جماعت احرار اسلام کی ہمسری نہیں کر سکتی ۔ صرف جمعیۃ العلمار ہند جو ہماری عموماً حلیف رہی ہے ۔ بڑی پر وقار جماعت تھی ۔ ہمارے ساتھ مشابہت رکھتی ہے ۔ مگر اس کی بعض مجبوریاں ہیں اور ابتدار سے رہی ہیں کہ وہ ہندو کانگریسی پارٹی کے خلاف دوٹوک فیصلہ نہ کر سکی ۔ مگر احرارِ اسلام ایسی اسلامی حریت پسند جماعت ہے جس کے راستے میں کوئی بھی رکاوٹ حائل نہ ہو سکی ۔ اور وہ بلا جھجک اپنے حصولِ مقصد کی خاطر دائماً رواں دواں ہے ۔

ابتداءً بانیانِ احرار نے ہندو کانگریس سے مل کر کام شروع کیا تھا ۔ اور اس کے سامنے بڑا مقصد غیر ملکی حکومت سے گلو خلاصی کرانا تھا ۔ ہندو کانگریس کا بھی مقصدِ اولین یہی تھا ۔ مگر زیادہ دیر تک کانگریس احرار کو ساتھ چلانے سے قاصر رہی ۔ اس لئے احرارِ اسلام نے اپنا الگ پلیٹ فارم بنا لیا جہاں تک غیر ملکی حکومت سے گلو خلاصی کا تعلق تھا ۔ کا ملاً ہندو کانگریس کا ساتھ دیتی رہی ہندو کی تنگ نظری نے مسلمانوں کو نظر انداز کیا ۔ انہیں اپنا غلام بنانے کی کوشش کی تو احرار نے اپنا الگ پلیٹ فارم قائم کر کے بڑی شدت سے نوٹس لیا اور کانگریس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر مسلم مفاد کے تحفظ کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب رہے ۔

مجھے یاد ہے کہ دہلی احرار کانفرنس میں مولانا مظہر علی اظہر نے مہاتما گاندھی پر جو تنقید کی اور مسلم مفاد کے تحفظ کے لئے جو جہاد فی دی وہ ایک انمٹ ریکارڈ ہے ۔ احرار نے اپنا ایک اہم تبلیغی شعبہ بھی قائم کیا ۔ جو آج تک چل رہا ہے ۔ اور وہ تھا قادیانی سانپ کے منہ میں زہریلی کچلی کو ناکارہ بنانا ۔ آج احرار اعلیٰ منہ کہہ سکتے ہیں کہ احرار اپنے دونوں مقاصد میں کامیاب رہے ۔ یہ الگ معاملہ ہے کہ منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے لیکن جماعت کو افسوس نہیں — کیونکہ یہ منزل ان کے مقاصد میں نہ تھی

ہم ببانگِ دہل کہہ سکتے ہیں کہ احرار نے انگریز کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا ۔ اصل بات یہ ہے کہ انگریز نے ہندوستان مسلمانوں سے ہی لیا تھا ۔ سینکڑوں برس مسلمانوں نے ہندوستان پر حکومت کی تھی ۔ ہندو ایک حد تک غلامی کا عادی ہو چکا تھا ۔ اس لئے انگریز کی حکمرانی کا اسے زیادہ احساس ہی نہیں تھا ۔ یہ مسلمان ہی تھے اور خصوصاً کارکنانِ احرار جنہوں نے قربانیاں دے کر ہندو عوام کو انگریزی حکومت کے مضرات سے آگاہ کیا ۔ احرار لیڈر امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقار کار چودھری افضل حق رح ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رح ۔ محترم شیخ حسام الدین رح مولانا داؤد غزنوی رح ، مولانا گل شیر شہید رح ۔ مولانا مظہر علی اظہر رح ۔ اور دوسرے درجے کے بیشمار احرار کارکن ہندوستان کے طول و عرض میں اپنے تمام دنیاوی کاروبار چھوڑ کر عوام

کو انگریزی حکومت کے مضرات سے آگاہ کرنے کے لئے ایک عرصہ تک مصروفِ کار رہے۔ اِس سلسلے میں انگریزی غیظ وغضب کو بھڑکایا۔ اور قید وبند کو دعوت دی۔

اگر یہ حضرات اپنی انتہائی قربانیاں پیش کرکے عوام کو بیدار نہ کرتے تو انگریز دوامًا ہند پر مسلّط تھا۔ ہندو عوام کو تو غلامی کا زیادہ احساس ہی نہ تھا۔ کیونکہ وہ صدیوں سے غلام چلے آتے تھے۔ اور مسلم عوام مایوسی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ اور ان کی حساسی ہی نہ تھا۔ کیونکہ وہ صدیوں سے غلام چلے آتے تھے۔ اور مسلم عوام مایوسی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ اور ان کی حساس رگ کو مایوسی نے ایک حد تک ناکارہ کر دیا تھا۔

یہ احرار ہی تھے جنہوں نے اپنی جانی مالی قربانیاں دے کر عوام کو آزادی اور غلامی کے فرق کا احساس دلایا حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے طول وعرض کے طویل دورے میں غلام بنی جانباز اور عبدالرحیم عاجز کی دلنواز نظموں نے عوام کو بیدار کر دیا تھا۔ اور انگریز کے خلاف ایک جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ اگر احرار لیڈروں کی ہند کے طول وعرض میں کانفرنسیں اور تقریریں نہ ہوتیں تو ہندو عوام کو غلامی کا احساس تک نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ صدیوں کی غلامی سے مانوس ہو چکے تھے۔ یہ سہرا احرار کے سر رہے جنہوں نے محنتِ شاقہ کرکے انہیں نیند غفلت سے بیدار کیا۔ اور آزادی کی نعمت سے روشناس کیا۔

مردم نما کادیانی ایک ایسا سانپ تھا۔ جو منہ میں زہر کی تھیلی لئے ہوئے مصروفِ عمل تھا۔ اور مسلمانوں کو طول وعرض ہند میں ڈسنے اور اس کے دل ودماغ سے اسلامی روح نکال کر انگریز کی غلامی کا جُوا ان کے گلے میں ڈالنے کے لئے دن رات کوشاں تھا اور ہزاروں مسلمانوں کو ڈس کر ان سے اسلامی روح کو ختم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی پوری سلطنت اس کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب سے اُسے لیس کر رہی تھی۔

ان سے کادیان جا کر ٹکر لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ چونکہ احرار کا مقصدِ حیات ہی یہی تھا کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی دینی و دنیوی آفات سے بچایا جائے۔ اس لئے خدا کا نام لے کر وہ اس کٹھن میدان میں کود پڑے اور میرے جیسے ناکارہ نااہل کو حوصلہ دے کر کادیان جا کر دفترِ احرار سنبھالنے پر آمادہ کر لیا۔ ورنہ کہاں میں عاجز نحیف و نااہل اور کہاں کادیان مشکلوں کی آماجگاہ دفترِ احرار ——— یہ سب احرار کی قربانی تھی کہ قادیان جو ایک عرصے سے ہر حق گو کے لئے قتل گاہ تھی۔ وہ سفاک قوم دس برس کے طویل عرصے میں میرا بال بیکا نہ کر سکی۔ اور ایک موقعہ پر تو مرزا محمود نے اپنے خطبے میں کہہ دیا تھا کہ ان احراریوں نے تو ہمارے

لئے کادیان کربلا بنا رکھا ہے کیا یہ میری برکت تھی، نہیں ہرگز نہیں —— بلکہ وہ مجھے ایک لمحے میں قتل کر سکتے تھے، اور کوئی نام بھی نہ لیتا، مگر حضرت امیر شریعت بخاری اور ان کے مخلص رفقاء کی برکت تھی کہ وہ میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ زہریلے سانپ کی زہر بھری تھیلی اس کے منہ سے نکال کر پھینک دی اور سانپ ایک ناکارہ جانور ہو کر رہ گیا۔ الحمدللہ علی ذالک!

احرار دوستو! آج بھی اپنے حوصلوں کو مضبوط کر لو تو قدرت تمہیں ضرور طاقت دے گی اور حضرت بخاری کی حوصلہ مند اولاد تمہارا ساتھ دے کر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہے۔ اللہ پاک اس خاندان کو رہتی دنیا تک مسلمانوں کی خدمت کے لئے قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین

عاجز احقر خادم احرار،

عنایت اللہ چشتی۔ چکڑالہ۔ (میانوالی)

اے عہدِ رفتہ

حضرت محترم سید عطاء المحسن صاحب بخاری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ماضی میں لپٹے ہوئے کچھ تاثرات بر ضمن کشمیر —— لکھنے کے بعد بھیجنے کی جسارت کر رہا ہوں، اگر مناسب خیال فرمائیں تو اشاعت سے نوازیں، عرصہ سے بیمار چلا آ رہا ہوں، گھر پر پڑا رہتا ہوں کہیں آ جا نہیں سکتا، اور اسی میں عافیت سمجھتا ہوں، نہ وہ پہلا سا دم خم ہے، مجلس احرار اسلام کا شباب تھا، وہ چاق و چوبند تھی، میں بھی جوانی اور جذبات سے معمور تھا ؎

قدم قدم پہ جنوں اختیار کرتے تھے ؛ شباب تھا تو ستارے شکار کرتے تھے

کچھ سال پہلے متحرک تھا، جب سے سیاست نے پہیلی بن کر ہمہ جہت —— سچائی سے اعراض اور روگردانی کی، یہ درویش بھی بر مصداق اٹھالو پاندان اپنا گوشہ نشین ہو گیا۔ بزرگ رہنماؤں کی یادداشتیں دیکھ دیکھ کر پڑھ پڑھ کر دل کو سنبھالتا رہتا ہوں، جنگ آزادی کے دوران بزرگ رہنماؤں کے عمل کا عکس رہ رہ کر ابھرتا ہے، تو بے ساختہ آبدیدہ ہو جاتا ہوں، کوئی پرانا دوست نہیں جسے